حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی شہادت کا تذکرہ اور افغانستان کے لئے دعا کی تحریک

(خطبہ عیدالاضحیہ فرمودہ ۱۴؍ جولائی ۱۹۸۹ء بمقام بیت الہدیٰ سڈنی، آسٹریلیا)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

آج چودہ (۱۴) جولائی اور جمعہ کا دن ہے اور ساتھ ہی عید الاضحیہ بھی ہے یعنی دو عیدیں یہاں اکٹھی ہوگئیں لیکن اس کے علاوہ چودہ جولائی کو بھی جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے جس کا اس عید ہی سے تعلق ہے جسے ہم عیدالاضحیہ کہتے ہیں۔ عیدالاضحیہ کا مطلب ہے قربانیوں کی عید لیکن ہمارے ملک میں یعنی پنجاب میں خصوصیت کے ساتھ اسے بعض لوگ بقرعید کہتے ہیں اور بعض اسے بکرا عید کہتے ہیں چونکہ وہ یا گائے قربان کرتے ہیں یا بکریاں قربان کرتے ہیں اس لئے اس نام کے ساتھ اس عید کو بلایا جاتا ہے اور بعض بڑی عید کہتے ہیں یعنی چھوٹی عید عید الفطر ہے جو رمضان کے بعد آتی ہے اور بڑی عید یہ عید ہے جسے قربانیوں کی عید کہا جاتا ہے۔

۱۴؍ جولائی کو اس دن سے، اس عید سے کیا نسبت ہے؟ آج اس کے متعلق میں احباب کو مطلع کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک الہام ہوا کہ دو بکرے ذبح کئے جائیں گے یا دو بکریاں ذبح کی جائیں گی شَاتَانِ تُذْبَحَانِ۔ (تذکرہ صفحہ:۶۹) لفظی ترجمہ یہی بنتا ہے کہ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا یہ الہام بہت پرانا ہے۔ ۱۴؍ جولائی ۱۹۰۳ء

سے تقریباً تئیس (۲۳) سال پہلے یہ الہام ہوا اور براہین احمدیہ میں اسے شائع کیا گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ کوئی جماعت احمدیہ کے بہت اعلیٰ درجہ کے مخلصین قربان کئے جائیں گے کیونکہ بکریاں جب قربان کی جاتی ہیں تو ان کی بعض خاص صفات ہیں جس کی وجہ سے بکریوں کو قربانیوں سے ایک نسبت ہے۔ بکری بحیثیت ایک وجود کے دودھ بھی دیتی ہے اور اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے۔ گویا وہ ہمۃً قربانی کا مجسمہ ہوتی ہے اور اس کی تخلیق کی کوئی اور وجہ دکھائی نہیں دیتی سوائے اس کے کہ وہ اپنے سے اعلیٰ مخلوق کے لئے ہمیشہ قربان ہوتی رہے گویا اسی کی خاطر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس الہام کی یہی تعبیر فرمائی کہ اس سے دو مخلصین کی شہادت مراد ہے۔ ۱۹۰۳ء میں ۱۴؍جولائی کو حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ صاحب شہید کئے گئے اور اس سے پہلے آپ ہی کے ایک شاگرد صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب کابل میں شہید کئے گئے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں شہادتوں کو اسی الہام کی تعبیر قرار دیا۔ چونکہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ صاحب کی شہادت ۱۴؍جولائی کو ہوئی اس لحاظ سے آج کی عید کا اس شہادت سے ایک گہرا تعلق دکھائی دیتا ہے۔ یہ بھی بکریاں ذبح کرنے والی عید ہے، قربانیاں کرنیوالی عید ہے اور حضرت صاحبزادہؓ صاحب کی شہادت کو بھی خدا تعالیٰ نے انہیں لفظوں سے یاد فرمایا تھا اس لئے چونکہ یہ ایک بہت ہی عظیم شہادت ہے جو غیر معمولی تاریخی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا اثر اس پورے سو سال پر پھیلا ہوا ہے جن سو سالوں کا ہم جشن تشکر منا رہے ہیں اس لئے آج کی عید کے خطبہ کے موضوع کے لئے میں نے اسی کو چنا۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ صاحب شہید افغانستان کے معزز ترین خاندان کے ایک رکن تھے۔ آپؓ سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور علم و فضل کی وجہ سے افغانستان میں غیر معمولی شہرت پائی یہاں تک کہ آپؓ کو تمام علماء میں اول مقام عطا کیا گیا اور امیر حبیب اللہ خاں کی جب ۱۹۰۱ء میں تاج پوشی ہوئی تو اس کی دستار بندی حضرت صاحبزادہؓ صاحب ہی نے کی۔ علم اور فضل اور تقویٰ میں آپؓ کو ایک غیر معمولی مقام حاصل تھا۔ ہندوستان تعلیم کے لئے اور تجربے کے لئے ہندوستانی مسلمانوں سے تعلقات بنانے کے لئے آپؓ نے اپنے طور پر اس سے پہلے سفر کیا تھا اور اس لحاظ سے اردو زبان پر بھی کسی حد تک عبور حاصل ہوا لیکن عربی، فارسی، پشتو اور سب زبانوں پر خدا کے

فضل سے ایک عالمانہ عبور تھا۔ آپؓ نے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر سنا تو آپؓ نے اپنے ایک شاگرد عبدالرحمٰنؓ کو ہندوستان روانہ کیا کہ جا کر مزید معلومات حاصل کریں اور وہ قادیان بھی گئے اور واپسی پر کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لٹریچر بھی لے کے آئے۔ اور چونکہ آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ دیکھتے ہی آپؑ کی بیعت کر لی اس لئے واپسی پر آپ کو گلے میں پٹکا ڈال کر کابل حکومت کی طرف سے شہید کر دیا گیا۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ صاحب شہید پر اس بات کا کوئی اثر نہ ہوا، آپؓ مسلسل جستجو میں مصروف رہے یہاں تک کہ آپؓ نے اپنے ایک شاگرد کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب آئینہ کمالات اسلام منگوا کر اس کا مطالعہ کیا۔ اس کتاب کے مطالعہ نے آپؓ کی کایا پلٹ دی اور اس قدر غیر معمولی محبت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آپؓ کے دل میں پیدا ہوئی کہ ۱۹۰۳ء کو حج پر جانے کے ارادہ سے نکلے لیکن قادیان جا کر پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ۱۹۰۲ء کے اواخر میں آپؓ روانہ ہوئے تھے۔ ایک روایت کے مطابق ۱۹۰۳ء کے آغاز ہی میں، جنوری میں ہی آپؓ نے یہ سفر اختیار کیا۔ لیکن بہر حال جب آپؓ حج کے ارادہ سے نکلے اور رستہ میں قادیان گئے تو وہاں پہنچ کر آپؓ کی حالت بدل گئی اور آپؓ نے یہ سمجھا کہ امام الزمان کی صحبت میں رہنا اتنا ضروری ہے کہ حج کو بعد میں ملتوی کر دیا جائے اور اس عرصہ میں آپؓ کا عشق غیر معمولی طور پر ترقی کیا اور بہت سے نشانات آپؓ نے دیکھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جہلم کے سفر میں بھی آپؓ شامل ہوئے اور قادیان میں رہ کر آپؓ نے غیر معمولی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تربیت پائی اور بعض دینی مسائل میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپؓ نے واپسی کا ارادہ کیا لیکن بعض الہامات اور بعض رؤیا کے نتیجہ میں آپؓ کو خدا تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ آپؓ افغانستان میں شہید کئے جائیں گے۔ اتنی واضح خبر تھی کہ بعض دوستوں نے آپؓ کو روکا کہ آپؓ اُس سرزمین میں نہ جائیں آپؓ نے فرمایا کہ نہیں، میری زمین میرے خون کا مطالبہ کرتی ہے اور کابل اور افغانستان کی زمین کے لئے یہ خون بہانا مقدر ہو چکا ہے اس لئے بڑے شوق اور محبت کے ساتھ آپؓ اس قربان گاہ کی طرف روانہ ہوئے جو آپؓ کے مقدر میں لکھی گئی تھی۔

امیر حبیب اللہ خان جس کی دستار بندی آپ نے کی تھی، اس نے نہ صرف آپ کو قید کی مشقت میں مبتلا کیا بلکہ ایک خط اس رنگ کا پہلے لکھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ آپکی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت سے ناخوش نہیں بلکہ شاید خود بھی قبول کر لے، یہ محض اس کا دھوکہ تھا۔ لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے وہ اگر یہ دھوکہ نہ بھی دیتا تو حضرت صاحبزادہ شہید صاحب بڑی شرح صدر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نوشتوں کے مطابق اس شہادت کی طرف از خود شوق سے جا رہے تھے۔ آپؓ کو ڈیڑھ مہینہ تقریباً پہلے، شہادت کے واقعہ سے پہلے قید میں رکھا گیا اور قید ایسی تھی کہ جس کو غراغراب کہا جاتا ہے۔ وہ زنجیر آپ کو پہنائی گئی یعنی ایک من چوبیس سیر وزنی زنجیر بدن پہ لپیٹ کر اور ہاتھوں کو اس سے جکڑا جاتا ہے اور اس کے علاوہ آٹھ سیر وزنی بیڑیاں ڈالی گئیں اور انتہائی تکلیف کی حالت میں آپؓ کو ڈیڑھ ماہ رکھا گیا۔

قید ہونے سے پہلے یعنی عصر کی نماز کے بعد آپ کو قید کیا گیا ہے اس سے پہلے چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو الہاماً یہ خبر دی تھی۔ گھر میں بیٹھے ہوئے تھے تو اچانک آپؓ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے میرے دونوں ہاتھو! کیا تم میں یہ سکت ہے کہ زنجیریں پہنو اور اپنے خدا کی خاطر یہ زنجیریں پہنو؟ آپؓ کے اہل خاندان حیران رہ گئے کیونکہ اس قید کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ انہوں نے کہا حضرت صاحبزادہؓ صاحب! آپؓ یہ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ کیا واقعہ ہوا ہے جو آپؓ کہتے ہیں اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر کہ کیا تم میں یہ سکت ہے کہ خدا کی خاطر زنجیریں پہنو؟ چنانچہ عصر کے بعد وہ پیادے پہنچے اور آپؓ کو قید میں مبتلا کیا گیا جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔

بار بار امیر کابل کی طرف سے آپؓ کو پیغام ملے کہ توبہ کرو اور اس عقیدے سے باز آجاؤ۔ آپؓ نے ہر بار یہ کہلا بھجوایا کہ میں خدا کی خاطر پورے شرح صدر کے ساتھ ایمان لایا ہوں اور دنیا کا کوئی عذاب اور دنیا کی کوئی طاقت مجھ سے ایمان نہیں چھین سکتی اور موت کی مجھے کچھ بھی پرواہ نہیں ہے۔ چنانچہ آپؓ کو جب یہ فیصلہ ہوا شہادت کا اس سے پہلے یہ موقع دیا گیا کہ آپؓ وہاں کے علماء سے مباحثہ کریں اور اپنے موقف کا قرآنی ہونا ثابت کریں۔ ایک انگریز انجینئر جو اس وقت وہاں چیف انجینئر تھے انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے Under the Absolute Amir، امیر حبیب اللہ خان کے متعلق۔ اس کتاب میں وہ ضمناً ان واقعات کا ذکر کرتا ہے جو حضرت صاحبزادہؓ صاحب

سے پیش آئے اوراس کے بیان کے مطابق امیر کابل یعنی حبیب اللہ خان دراصل صاحبزادہؓ صاحب کی دل میں عزت کرتا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ صاحبزادہ صاحب شہید کئے جائیں لیکن اس کا بھائی نصراللہ خان جو بہت ظالم اور سخت گیر مشہور تھا وہ اس سے پہلے سے ہی صاحبزادہؓ صاحب کے ساتھ کچھ پرخاش رکھتا تھا یہ اس کا اصرار تھا جس کے نتیجہ میں مارٹن کے مطابق بارہ علماء مقرر کئے گئے لیکن جو حضرت صاحبزادہؓ کے شاگرد بعد میں پہنچے جن میں احمد نور کابلی بھی ہیں ان کی روایات کے مطابق دس علماء تھے جن میں سے ایک ہندوستان پنجاب میں گجرات کا رہنے والا ایک ڈاکٹر عبدالغنی بھی تھا۔اور عبدالغنی کوانہوں نے جو بڑا شدید احمدیت کا مخالف تھا اس مباحثہ کا سرپنچ بنایا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جو بھی مباحثہ ہوا وہ تحریری تھا اور اس مباحثہ کو کابل کی حکومت نے چھپالیا اور آج تک اس کو شائع نہیں کیا گیا۔اس وقت بھی اس کو مخفی رکھا گیا کیونکہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضرت صاحبزادہؓ صاحب کے دلائل اتنے قوی تھے کہ ان کی اشاعت کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا ورنہ سارے کابل پر ان دلائل کا گہرا اثر پڑتا۔

چنانچہ مارٹن یہ لکھتا ہے کہ جب یہ مباحثہ ہوا تو سوائے دو علماء کے وہی ان میں سے ایک عبدالغنی خود تھا اور ایک اور ساتھی جو خاص طور پر گورنر کابل نصر اللہ خان کے زیر اثر تھا، ان دو کے سوا سب نے یہ فیصلہ دیا کہ حضرت صاحبزادہؓ صاحب پکے مسلمان ہیں، ان کے عقیدے میں کوئی نقص نہیں ہے اور جو کچھ بھی انہوں نے دین اختیار کیا ہے وہ عین قرآن کریم اور اسلام کے مطابق ہے۔ اس پر نصراللہ خان نے دوبارہ ان کو یہ کہلا کے بھجوایا کہ دوبارہ بیٹھو اور دوبارہ فیصلہ دو اور حالات بگڑ جائیں گے اگر کوئی فیصلہ اگر تم نے اس کے برعکس دیا۔ جب دوبارہ پھر وہی علماء بیٹھے اور پھر گفتگو ہوئی تو مارٹن کے نزدیک دوبارہ ان کی بھاری اکثریت نے یہی فیصلہ دیا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب قطعاً بےقصور ہیں ،اسلام سے انہوں نے کوئی ارتداد اختیار نہیں کیا، ان کے جو بھی عقائد ہیں وہ عین قرآن کے مطابق ہیں اور ان کی دلیلیں بڑی وزنی ہیں لیکن اس کے باوجود نصراللہ خان یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ ان کو سنگسار کروانا ہے چنانچہ اس نے سازش کر کے کچھ عوام اکٹھے کئے اور انہوں نے باہر شور مچانا شروع کر دیا کہ قتل کا فیصلہ دو اور یہ معاملہ ختم کرو اور پیشتر اس کے کہ یہ فیصلہ حبیب اللہ کو پہنچتا وہ خود امیر حبیب اللہ کے پاس گیا اور اس کو ڈرایا کہ عوام شور کر رہے ہیں اور بہت شدید بغاوت کا خطرہ ہے اس

لئے میں خود آیا ہوں اور تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں۔ اس عرصہ میں جو فیصلہ تھا وہ بھی بادشاہ تک پہنچا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس فیصلے میں اکثریت نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ صاحب شہید، جو بعد میں شہید ہوئے یعنی، ان کا قطعاً کوئی قصور نہیں ہے اور وہ سچے ہیں لیکن نصراللہ خاں کے ڈرانے کی وجہ سے امیر حبیب اللہ نے اُن دو آدمیوں کے ساتھ جس میں عبدالغنی سرپنچ شامل تھا اتفاق کیا اور ان کی شہادت کا فیصلہ کیا گیا۔

یہ ایک بڑی دردناک کہانی ہے کہ کس طرح ان کو پابجولاں زنجیر میں جکڑے ہوئے اس مقتل تک پہنچایا گیا جہاں زمین میں ساڑھے تین فٹ گھڑا کھود کر آپؓ کو گاڑا گیا اور جب پتھراؤ کا وقت آیا تو امیر حبیب اللہ نے قاضی عبدالرزاق جو وہاں کا قاضی تھا اس کو کہا کہ تم پتھر مارو۔ وہ بھی اس فیصلہ میں شامل تھا اور وہی وہ شخص ہے جو خاص طور پر نصراللہ خاں کے زیر اثر تھا۔ عبدالرزاق نے جواب میں یہ کہا کہ آپ بادشاہ ہیں آپ پہلا پتھر اٹھائیں۔ امیر کابل نے کہا کہ نہیں یہ فیصلہ تمہاری ذمہ داری ہے، تم نے کیا ہے اس لئے تمہارا کام ہے کہ تم پہلا پتھر اٹھاؤ۔ چنانچہ پتھراؤ میں سب سے پہلے عبدالرزاق نے پتھر مارا اور اس کے بعد پھر حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ صاحب شہید دیکھتے دیکھتے پتھروں کے ایک چھوٹے سے پہاڑ میں مدفون ہوگئے۔ چالیس دن تک آپؓ کی نعش انہی پتھروں میں رہی۔ چالیس دن کے بعد چند مریدوں نے جن میں احمد نور صاحب کابلی صاحب بھی شامل تھے ان کو وہاں سے نکالا اور ایک جگہ دفن کیا۔ ان کی روایت ہے کہ نعش میں سے بو کی بجائے اس وقت کستوری کی خوشبو آرہی تھی اور یہ واقعہ اس تیزی سے پھیل گیا کہ وہ مزار مرجع عوام بن گیا اور کثرت سے لوگوں نے وہاں آکر دعا پڑھنی شروع کی اور حاضری دینی شروع کی۔ اس پر امیر نصراللہ خاں نے اس ڈر سے کہ یہ شہادت ایک اور انقلاب برپا نہ کردے اس نعش کو اکھڑوا کر کسی اور جگہ منتقل کر دیا اور وہ قبر اب نامعلوم ہے۔

ایک پہلو اس کے واقعات کا یہ ہے۔ اب دوسرا پہلو جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا اس صدی تک پھیلا پڑا ہے اب میں اس کے متعلق آپ کو کچھ مطلع کرتا ہوں۔ مارٹن لکھتا ہے اپنی کتاب میں حالانکہ وہ ایک بالکل غیر متعلق مبصر ہے، چیف انجینئر کے طور پر وہاں کام کر رہا تھا۔ کتاب اَور موضوع پہ لکھی ہے ضمناً اس بات کا ذکر اس نے کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ صاحبزادہ عبداللطیفؓ کو بہت ہی عزت

اور مرتبت حاصل تھی ، بہت رعب تھا اور بڑے طاقتور علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔آپ کے پچاس ہزار مرید تھے جو جلسہ پر حاضری دیا کرتے تھے اور ان کے کھانے وغیرہ کا انتظام بھی حضرت صاحبزادہؓ صاحب کے ذمہ ہوا کرتا تھا۔ یہ بات اس نے نہیں لکھی الگ واقعہ سے پتہ چلی ہے۔

بہر حال وہ یہ لکھتا ہے کہ بہت ہی صاحب مرتبت اور صاحب اثر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ جب آپ کو شہید کرنے کے لئے دفنا دیا گیا تو آپ نے یہ کہا کہ بہت جلد تم لوگوں پر ایک بہت بڑی آفت آنے والی ہے اور چھ دن کے بعد میں دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تذکرۃ الشہادتین میں اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ اس سے کیا مراد ہے؟ کس طرح شہداء کی روح بہت جلدی خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتی ہے جس طرح باقی شہداء زندہ ہوتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کو بھی قرآنی تعلیم کے مطابق یہ اطلاع بخشی گئی کہ چھ دن کے بعد آپ زندہ کئے جائیں گے۔لیکن وہاں ساتھ ہی انہوں نے یہ کہا کہ تم لوگوں پر بہت بڑی آفت آنے والی ہے اور جو جو بھی اس ظلم میں شریک ہوئے ہیں خدا تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا اس لئے میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ تم ایسا قدم نہ اٹھاؤ، مجھے اپنی موت کی پرواہ نہیں ہے لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ یہ سرزمین لعنتی ہو جائے گی اور اس پر بہت بڑی آفتیں ٹوٹ پڑیں گی ۔ یہ انگریز مصنف لکھتا ہے کہ عجیب اتفاق ہے کہ ان کی سنگساری کے بعد اسی رات اچانک ایک ایسی شدید آندھی اٹھی ہے جس کی کوئی نظیر کابل کی تاریخ میں نہیں ملتی کیونکہ نہ وہ آندھیوں کے موسم تھے نہ اس قسم کی آندھی کبھی آیا کرتی تھی ۔نصف گھنٹہ وہ اس زور شور کے ساتھ چلی ہے کہ سارے کابل میں یہ باتیں شروع ہوگئیں کہ ہم نے کسی معصوم کو شہید کیا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار ہے۔لیکن اسی پر بس نہیں ہوئی دوسرے دن اچانک کابل میں ہیضہ پھوٹ گیا اور وہ ہیضہ ایسا شدید تھا اور ایسے دردناک طریق پر اس ہیضہ کا مریض مرتا تھا کہ تمام طرف افراتفری پھیل گئی اور اس ہیضہ کے متعلق بھی یہ بتایا جاتا ہے، پیشگوئی کرنے والوں نے ہیضہ کا جائزہ لیا تھا۔ان کے نزدیک ہیضہ کی وبا پھوٹنے کا آئندہ چند سال تک کوئی سوال نہیں تھا اس لئے چونکہ دوسرے ہی دن اچانک ہیضہ پھوٹا ہے اس لئے سارے کابل میں یہ باتیں شروع ہوگئیں کہ ضرور حضرت

صاحبزادہ شہید صاحب بزرگ انسان تھے اور ہم سے غلطی ہوئی ہے۔

نصر اللہ خان جو سب سے بھیانک کردار ادا کرنے والا شخص ہے، جو گورنر تھا کابل کا اور امیر حبیب اللہ کا بھائی تھا اُس کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ اس پر شدید خوف طاری ہو گیا اور بادشاہ پر بھی شدید خوف طاری ہوا اور کہتا ہے کہ بیان کرنے والے بتاتے ہیں کہ پھر وہ مصلّے سے نہیں اٹھتا تھا۔ اور دن رات نماز میں مصروف تھا ڈر کے مارے کہ پتا نہیں کیا آفت آنے والی ہے۔ بادشاہ نے بھی اور گورنر نے بھی اپنے محلوں میں باہر سے چیزیں آنا جانا بند کر دیں۔ جو شخص ان سے ملاقات کے لئے آتے تھے ان کو حکم تھا کہ وہ ان کے ساتھ ہی قلعہ بند ہو جائیں اور باہر نہ نکلیں کہیں ہیضہ کی وبا اندر داخل نہ ہو جائے۔ نصر اللہ خان کو اپنی بیوی سے غیر معمولی محبت تھی اس کی بیوی اس کی آنکھوں کے سامنے ہیضے کی شدید تکلیف میں مبتلا ہو کے مر گئی اور یہ قلعہ بندی کسی طرح اس کے کام نہ آئی۔ اس کے نتیجہ میں نصر اللہ خان خود پاگل ہو گیا اور ایک عرصہ تک یہ لوگوں سے منقطع رہا لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر اس کو ہوش آئی اور دوبارہ امور مملکت میں اس نے حصہ لینا شروع کیا۔

یہ تو فوری اثر تھا جو اس شہادت کے نتیجہ میں خدا کی ناراضگی کی صورت میں ظاہر ہوا اس کے بعد ہر وہ شخص پکڑا گیا جو اس میں شامل تھا اور بڑے ہی حیرت انگیز اور دردناک اور عبرتناک طریق پر خدا تعالیٰ کا غضب ان سب پر نازل ہوا ہے۔ جہاں تک حبیب اللہ خان کا تعلق ہے یہ ایک شکار کے موقع پر قتل ہو گیا۔ اس کو اس کے سر میں گولی ماری گئی اور انقلاب آیا اور اس کے فوراً بعد نصر اللہ خان نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں سنبھال لی لیکن کچھ عرصہ کے بعد ہی امیر امان اللہ نے اس کا تختہ الٹ دیا اور اس کو قید تنہائی میں اسی طرح جکڑا گیا جس طرح حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ کو قید تنہائی میں جکڑا گیا تھا۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا جسے اس نے مروا دیا اس کی بیٹی کو اس نے بغیر کسی معروف نکاح کے اپنے گھر میں ڈال لیا اور جب امان اللہ کا تختہ الٹا ہے یعنی بچہ سقّہ نے امان اللہ کی حکومت الٹائی تو اس عورت کو پیچھے چھوڑ کر خود بھاگ گیا اور اس کے بعد کچھ پتہ نہیں کہ اس کا کیا بنا؟ پس بیٹا بہت ہی دردناک طریق پر قتل کیا گیا خود اسی قسم کی قید کی سزا میں مبتلا رہا اور اسی حالت میں اس نے دم توڑا ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ آخری دن اس نے جو قید میں گزارے ہیں وہ بالکل پاگل ہو چکا تھا اور اس کا انجام انتہائی دردناک تھا۔

جہاں تک عبدالغنی کا تعلق ہے جو گجرات کا پنجابی تھا جس نے شرارت میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔عبدالغنی جو بہت ہی زیادہ ہر دلعزیز ڈاکٹر تھا محل میں، اس سے کوئی ایسی حرکت ہوئی کہ وہی بادشاہ جس نے اس کی باتوں میں آ کر حضرت صاحبزادہ شہیدؓ صاحب کے خلاف اقدام کیا تھا اس نے اس کو گیارہ سال قید مشقت دی اور گیارہ سال قید مشقت میں مبتلا رہنے کے بعد جو افغانستان کی گیارہ سالہ قید مشقت بہت ہی خطرناک چیز ہے، آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے وہ کوئی انگریزی حکومت کی قید نہیں تھی۔ ڈیڑھ مہینہ جو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ نے قید کاٹی ہے اس کے مقابل پر اس کو گیارہ سال کی سزا ملی۔ گیارہ سال کے بعد جب وہ باہر آیا تو اس کو ملک بدر کیا گیا اور اس کی قید کے دوران ہی اس کا بیٹا پشاور میں قتل کر دیا گیا اور جب یہ ملک بدر ہوا ہے تو خود بھی یہ مارا گیا یا ۔۔۔(میرے پاس شاید کچھ نوٹس ہیں میں آپ کو دیکھ کے بتاتا ہوں معین کہ اس کے اوپر کیا بنی؟ اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ کوئی اتفاقی حادثات نہیں، یہ وہ خبریں ہیں جو حضرت صاحبزادہ صاحب کو شہادت سے پہلے دی گئی تھیں وہ ایک ایک کر کے پوری ہوئی ہیں)

نصراللہ خان کی موت کے متعلق یہ بات بھی بیان کر دوں کہ طبعی موت نہیں مرا ہے بلکہ جس طرح حضرت صاحبزادہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو حبس دم کر کے یعنی گلے میں پٹکا ڈال کے مارا گیا تھا، پاگل ہونے کے بعد قید خانے میں کپڑا گلے میں ڈال کر حبس دم کر کے مارا گیا۔قید کی حالت میں ڈاکٹر عبدالغنی کی بیوی لنڈی کوتل میں مری، اس کا بیٹا عبدالجبار پشاور بازار میں کھڑا تھا کہ اس کو کسی نے تلوار سے حملہ کر کے اس کا سرتن سے جدا کر دیا اور عبدالغنی کو جیل میں شدید عذاب کا نشانہ بنایا گیا اور گیارہ سال کے بعد جب یہ شخص باہر نکلا ہے تو ساری شان وشوکت جاتی رہی۔ دولڑکے تھے ایک تو قتل کر دیا گیا اور ایک گجرات میں رکشہ چلاتا تھا۔(اس جگہ کیسیٹ میں کچھ الفاظ کٹ گئے ہیں)

اب یہ سب اتفاقات تو نہیں ہو سکتے اور اس کو دربار میں بلوا کر شدید کوڑے لگائے گئے اور اس قدر اس کو عذاب دیا گیا کہ اس کے بعد وہ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا اور کہا یہ جاتا ہے کہ پھر اس کا کچھ پتا نہیں کہ کہاں چلا گیا اور گمنامی کی حالت میں اس نے بھی جان دی۔

امیر حبیب اللہ کے متعلق میں نے بیان کیا ہے کہ اسے قتل کیا گیا لیکن اس کا چونکہ سنگساری سے گہرا تعلق تھا اس کے متعلق خدا کی عجیب تقدیر ظاہر ہوئی کہ اس کی موت کے بعد جب بغاوت ہوئی

ہے تو ایک بغاوت میں حملہ آوروں نے اس کی قبر کو سنگسار کیا ہے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا اور اس کی قبر پر ایک پہاڑی بنادی گئی پتھر مار مار کے۔ تو خدا تعالیٰ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ ایک مقدس آدمی کو تم نے جس ظلم سے مارا ہے اس کے نتیجہ میں تمہاری ساری قوم کی میرے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رہی۔

یہی وہ دردناک عذاب ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ''تذکرۃ الشہادتین'' میں اور کابل کی سرزمین کو مخاطب کر کے کہا کہ تو بڑی بدنصیب ہے اور خدا کی نظر سے گر چکی ہے۔ (تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ: ۴۷) چنانچہ آج جو بھی کابل میں واقعات رونما ہو رہے ہیں اور اس کے پس منظر میں جو ایک بہت ہی لمبا دردناک دور گزرا ہے اس کے جو واقعات میں نے ٹیلی ویژن پہ دیکھے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری قوم اتنی شدید مشقت اور عذاب میں مبتلا ہے کہ رشیا کے نکلنے کے بعد بھی اب یہ ایک دوسرے کے ساتھ وہی مظالم کر رہے ہیں اور ایک دوسرے کی جان کے اسی طرح دشمن ہیں گویا کسی غیر قوم کے خلاف جس طرح جہاد کیا جاتا ہے آپس میں ایک دوسرے کے خلاف لڑ رہے ہیں اور ابھی مبصرین کے نزدیک ان کے لئے کوئی بھی تسکین اور امن اور چین کے دن دکھائی نہیں دے رہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ اور بھی زیادہ خون خرابے کی اور قتل عام کے خطرات ہیں یا اس کے بادل سر پر منڈلا رہے ہیں۔

پس اس قربانی کی عید میں اس واقعہ کا ذکر میں نے اس لئے کیا ہے کہ حضرت اقدس ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس قربانی کی بناڈالی تھی اس قربانی کا تعلق صرف آپ کے زمانے سے نہیں تھا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی تشریف آوری اور آپ کے زمانے میں صحابہ کا قربانیوں کی طرح ذبح کیا جانا یہ اسی قربانی کے ثمرات تھے جو بعد میں پیدا ہوئے اور ان قربانیوں کے نتیجہ میں پھر دنیا کی جو حالت تبدیل ہوئی ہے اور غیر معمولی اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہوئے یہ بھی انہی قربانیوں کا ثمرہ ہے۔ پس اگرچہ بکری کی قربانی تو چند منٹ کے لئے گوشت کا مزہ دے کر ختم ہو جایا کرتی ہے لیکن انسانی قربانی دو طرح سے اپنے پھل لاتی ہے۔ ایک اس طرح کہ جو قومیں خدا کی راہ میں خدمت کرنے والوں کو، خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ لٹانے والوں

کو ظلم کا نشانہ بنایا کرتی ہیں، خدا تعالیٰ کا غضب ان کو ضرور پکڑتا ہے اور ان کو ہمیشہ عبرت کا نشان بنا دیا کرتا ہے۔ دوسرے ان قربانیوں کا پھل چند منٹ کی شکم سیری نہیں ہوا کرتی، چند لمحوں کے گوشت کا مزہ نہیں ہوا کرتا بلکہ ان کے فیض پھر قیامت تک چلتے ہیں اور بڑی دور دور تک کثرت کے ساتھ ان کے فیضان کی بارش ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان قربانیوں کو قبول کرتے ہوئے اس کے نتیجہ میں دنیا کے لئے بھلائی کے سامان فرماتا ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت ﷺ کی بعثت کو اور آپ کے غلاموں کی قربانیوں کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کا ثمرہ قرار دیا ہے اور چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی دور کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا ہے، اسی کو از سرنو زندہ کرنے کا ایک نظام جاری ہوا ہے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ صاحب کی شہادت بھی ایک غیر معمولی مقام رکھتی ہے اور اس کا اس آج کے مقدس دن سے گہرا تعلق ہے۔

ایک سو سال کی سزا تو آپ نے دیکھ لی ہے اور بڑی دردناک سزا ہے۔ ایک ایک شخص جس نے اس ظلم میں حصہ لیا تھا خدا کی تقدیر نے اس کو پکڑا اور عبرت کا نشان بنا دیا لیکن ساری قوم کو اب اس میں مبتلا کیا گیا ہے۔

اس ضمن میں میں دو باتیں آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں نمبر ایک، ایک تو یہ دعا کریں کہ جہاں سو سال کی سزا اس قوم کو ملی ہے اللہ اب اس سزا کو ختم کرے اور اس قربانی کا جو فیض ہے وہ بھی اس قوم کو عطا کرے یعنی وہ ہدایت پائیں اور کثرت کے ساتھ اسلام کی راہ میں قربانی کرنے والے اور اپنے گناہوں کی تلافی کرنے والے بنیں کیونکہ ایک سو سال تک ایک قوم کو سزا ملتے چلے جانا اور دکھ کے بعد دکھوں میں مبتلا کئے جانا ایک بہت بڑا عذاب ہے جسے ہم ایک طرف نشان تو قرار دیتے ہیں لیکن اس پر ہم راضی نہیں ہو سکتے۔ انسانیت کا دکھ ہر سچے مذہب والے کو محسوس ہوتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اپنے شدید معاندین کے عذاب کے وقت بھی دکھ محسوس فرمایا کرتے تھے اس لئے ہم جب ان باتوں کا ذکر کرتے ہیں تو ہرگز تعلّی اور فخر کی بنا پر نہیں کرتے۔ افغان قوم پر جو کچھ گزر رہی ہے اس کی ہمیں تکلیف پہنچتی ہے اس لئے میں احباب جماعت کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ

اپنے نفس کی حفاظت کریں اور یہ جو خدا کی طرف سے عبرت کے نشان ظاہر ہوتے ہیں ان پر خوش نہ ہوں بلکہ سجدہ شکر ادا کریں، استغفار سے کام لیں اور دعا یہ کریں کہ اللہ ہماری نسلوں میں ایسے بد بخت پیدا نہ کرے جو خدا والوں سے ٹکر لینے والے ہوں اور معصوموں کا خون بہانے والے ہوں اور ان کو تکلیفیں دینے والے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے معصوم بندوں کی غیر معمولی حمیّت رکھتا ہے، غیر معمولی غیرت رکھتا ہے اور اُن کو تکلیف دینے والوں کو اس کا عذاب اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور پھر ان کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔

پس ایک تو یہ کہنا چاہئے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا کہ ''مولا بس'' (تذکرہ صفحہ: ۴۹۲) اے خدا! اب اس قوم کے دن پھیر۔ بہت سزا اس قوم نے دیکھی ہے۔ اسی قوم میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ شہید پیدا ہوئے۔ اسی قوم میں حضرت مولوی عبدالرحمٰن شہید پیدا ہوئے اسی قوم میں بعد میں متعدد شہداء پیدا ہوئے جنہوں نے بڑی شان اور عظمت کے ساتھ اسلام کے نام پر، خدا کے نام پر اور اپنی قوم کی خاطر وہاں اپنا خون بہایا ہے۔ تو اب اس طرف بھی دیکھ اور ان کا فیض بھی اس قوم کو پہنچا اور ہمیشہ کے لئے افغانستان کی تقدیر بدل دے تا کہ یہ لوگ آئندہ ظلم کی راہ سے دوسروں کی قربانیاں لینے والے نہ بنیں بلکہ ایثار اور محبت کی راہ سے اپنی جانیں خدا کی راہ میں قربان کرنے والے ہوں اور کثرت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل اس قوم میں ان کی بدلی ہوئی حالت کے نتیجہ میں نازل ہوں۔

یہ دعا ہے جس کی طرف میں جماعت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور دوسری طرف اس موقع پر اس دعا کی طرف یہ تحریک کرتا ہوں کہ اس نئے دور میں کثرت کے ساتھ حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ شہید کی راہ پر چلتے ہوئے جو پاکستان کے احمدیوں نے جو قربانیاں دی ہیں ان میں دونوں قسم کی قربانیاں شامل ہیں۔ قید اور مشقت کی قربانیاں، صعوبت کی قربانیاں، راہ چلتے دکھ اٹھانے کی قربانیاں، پتھر کھانے کی قربانیاں اور پھر خدا کی راہ میں شہید ہونے کی قربانیاں۔ پس یہ خاص دور ہمارے لئے دراصل ایک پھیلی ہوئی عیدالاضحیہ کا دور ہے اور اضحیہ کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کے فضل بھی نازل ہوا کرتے ہیں اور لمبے عرصہ تک قومیں ان قربانیوں کا پھل کھایا کرتی ہیں۔ تو آج یہ بھی دعا کریں کہ اللہ اب ان قربانیاں دینے والوں کی قربانیوں کو قبول فرماتے ہوئے ہماری

مشقتوں کا عرصہ ختم کردے، ہماری آزمائشوں کو اب ختم کرتے ہوئے اب رحمتوں اور فضلوں کے نازل ہونے کا دور شروع کرے۔

اس ضمن میں یہ بات کہنا کہ اب فضلوں کا دور شروع کرے شاید درست نہیں اس کو دوبارہ مجھے بیان کرنا پڑے گا۔ میں نے یہ دیکھا ہے کہ اس قربانی کے دور میں مسلسل خدا تعالیٰ کے اتنے فضل نازل ہوئے ہیں اس کثرت کے ساتھ کہ پہلے ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا تھا لیکن یہ قربانیوں کے ساتھ ساتھ نازل ہونے والے فضل ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ کی تقدیر اس طرح بھی کام کیا کرتی ہے کہ پھر قربانیوں کا دور کچھ عرصہ کے لئے ختم کر دیتی ہے اور محض فضلوں کا دور جاری رہتا ہے۔ پس میں جس دعا کی طرف متوجہ کر رہا ہوں یہ میری مراد ہے، ناشکری کا کلمہ غلطی سے منہ سے نکلا، یہ مراد ہرگز نہیں کہ اب تک گویا خدا نے فضل نہیں فرمائے تھے۔ بہت سے خطبات میں مَیں نے اس دورے کے دوران ہی اللہ کے بعض حیرت انگیز اور بے شمار فضلوں کا ذکر کیا ہے اور یہ مسجد جس میں آج آپ بیٹھے ہوئے ہیں یہ بھی خدا کے فضلوں کا نشان ہے۔

پس ساری دنیا میں اللہ کے فضل نازل ہو رہے ہیں مگر ان فضلوں کے ساتھ جب اپنے مظلوم بھائیوں کے دکھ کا خیال آتا ہے تو ان فضلوں میں ایک دکھ کا عنصر بھی شامل ہو جاتا ہے۔ ایسے پھول ہیں جن کے ساتھ کانٹے بھی لگے ہوئے ہیں اور کانٹوں کا دکھ تو بہر حال ہوتا ہے اس لئے اب یہ دعا کریں کہ اللہ ان کانٹوں کو ختم کرے۔ محض فضل جاری رہیں اور ایک لمبے عرصہ تک جماعت ان فضلوں کا فیض پائے اور ان کے نتیجہ میں خدا کو بھلانے والی نہ بنے بلکہ خدا کو اور زیادہ یاد کرنے والی بنے۔ اس نصیحت کے ساتھ اب میں عید کا خطبہ ختم کرتا ہوں۔ اب ہم نے دوبارہ انشاء اللہ جمعہ کے خطبہ کے لئے یہاں اکٹھا ہونا ہے۔ آج ہمارے لئے دوہری عید ہے۔ جمعہ بھی عید ہوا کرتا ہے اور قربانیوں کی عید بھی ایک عید ہے تو میں سمجھتا ہوں اگر ہم ایک گھنٹے کا وقفہ ڈال لیں تو غالباً یہ مناسب رہے گا۔ کیوں امیر صاحب؟ انشاء اللہ ایک گھنٹے تک آپ سب دوست ستا کر یا کھانا کھا کر دوبارہ اس مسجد میں تشریف لے آئیں۔ تو دوسرا مضمون جو ہے اللہ کے غیر معمولی جو فضل نازل ہو رہے ہیں ان سے متعلق میں چند باتیں انشاء اللہ جمعہ کے موقع پر عرض کروں گا۔

حضور نے خطبہ ثانیہ سے قبل دعا کروادی۔ خطبہ ثانیہ کے بعد انگریزی زبان میں فرمایا: